

9 علاقائی تہذیبوں کا بننا



4716CH09

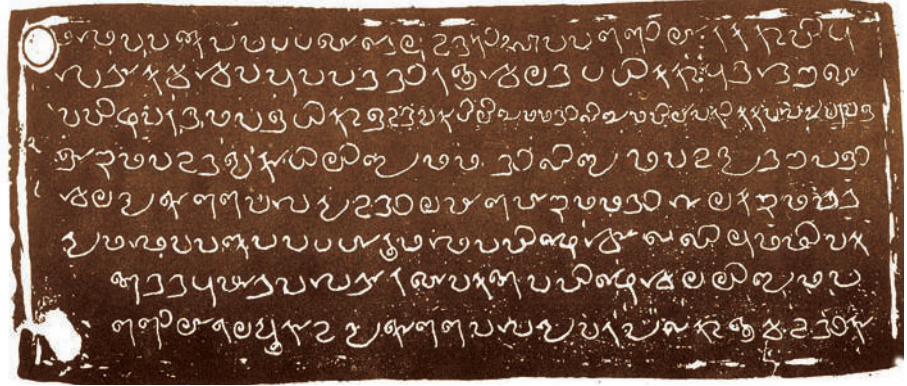
لوگوں کے متعلق بتانے کا سب سے عام طریقہ، وہ زبان بتا دینا ہے جو وہ بولتے ہیں۔ جب ہم کسی شخص کو ’تمل‘ یا ’اڑیا‘ کہتے ہیں تو عام طور پر اس کے یہ معنی لیے جاتے ہیں کہ وہ تمل یا اڑیا بولتا ہے اور تمل ناڈو یا اڑیسہ میں رہتا ہے۔ ہم ہر علاقے کو وہاں کے مختلف قسم کے کھانے، کپڑے (پہناوے) شاعری، رقص، موسیقی اور مصوری سے بھی منسوب کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ان امتیازات کو یوں ہی مان لیتے ہیں اور تصور کر لیتے ہیں کہ یہ یہاں ہمیشہ سے ایسے ہی تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مختلف علاقوں کو ایک کرنے والی سرحدیں ایک عرصے میں قائم ہوئی ہیں (سچ بات یہ ہے کہ یہ اب بھی برابر بدل رہی ہیں)۔ پھر ہم کسی خطے کی تہذیب کو جس طرح آج سمجھتے ہیں وہ اکثر اوقات مقامی روایتوں کے برصغیر کے دوسرے علاقوں میں موجود خیالات اور تصورات کے آپس میں ملنے اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کے خاصے پیچیدہ عمل کی پیداوار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھیں گے کچھ روایتیں کسی خطے کے لیے مخصوص ہوتی ہیں کچھ ایسی روایتیں ہوتی ہیں جو بہت سے خطوں میں یکساں ہوتی ہیں، اور کچھ کسی مخصوص علاقے کے پرانے طریقوں سے حاصل کی ہوئی ہوتی ہیں، مگر دوسرے علاقوں میں پہنچ کر ان کا نیا روپ نظر آتا ہے۔

چیرا بادشاہ اور ملیالم کی ترقی

ہم ایک ایسی مثال سے شروع کرتے ہیں جس میں ہم زبان اور خطے کے درمیان رشتے کو دیکھیں گے۔ ماہودیا پورم کی چیرا حکومت جزیرہ نما کے جنوب مغربی حصے میں، جو موجودہ کیرلا کا ایک حصہ تھا، نویں صدی میں قائم ہوئی تھی۔ ممکن ہے وہاں ملیالم بولی جاتی ہو۔ حکمرانوں نے اپنے کتبوں میں ملیالم زبان اور اس کے رسم الخط کو پہلی بار استعمال کیا۔ دراصل برصغیر میں یہ کسی علاقائی زبان کو سرکاری ریکارڈ میں استعمال کیے جانے کی سب سے پہلی مثال ہے۔

معلوم کیجیے کہ پچھلے دس سال میں کتنی ریاستیں بنائی گئی ہیں۔ کیا ان میں سے ہر ریاست ایک خطہ ہے؟

شکل ۱
کیرالا کا ایک پرانا کتبہ جو ملیالم میں
تیار کیا گیا تھا۔



معلوم کیجیے کہ جو زبان (زبانیں)
آپ کے گھر میں استعمال ہوتی
ہیں انہیں لکھنے میں سب سے پہلے
کب استعمال کیا گیا؟

ساتھ ہی چیرا حکمرانوں نے سنسکرت روایات کی طرف بھی توجہ کی۔ کیرالا کے ایک مندر کے
تھیٹر میں، جو اسی دور کا دریافت ہوا ہے، سنسکرت رزمیہ کی کہانیوں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ملیالم کے
ابتدائی ادبی کام جنہیں بارہویں صدی کا مانا گیا ہے، براہ راست سنسکرت سے لیے گئے تھے۔ زیادہ
دلچسپ بات یہ ہے کہ چودھویں صدی کے ایک متن یا تحریر لیلیا کی لکم، جس کا تعلق گرامر اور شعریات
سے ہے، اسے منی پراولم میں تیار کیا گیا تھا جس کے لفظی معنی ہیرے اور مونگے ہیں جو دو زبانوں کا
حوالہ دیتی ہیں سنسکرت اور علاقائی زبان۔

حکمران اور مذہبی رسمیں، جگن ناتھ فرقہ

شکل 2
بالا بھدررا، سمجھدرا اور جگن ناتھ کے
بتوں کی شبیہ ٹاڈ کے پتے پر، اڑیسہ۔



دوسرے خطوں میں، علاقائی تہذیبیں مذہبی رسموں کے ارد گرد فروغ پائیں۔ اس عمل کی سب سے
اچھی مثال جگن ناتھ عقیدے کی ہے (لفظی معنی دنیا کا مالک اور شنوکا ایک نام ہے)۔ یہ مندر
پوری، اڑیسہ میں ہے۔ آج بھی وہاں کے مقامی قبیلوں کے لوگ دیوتا
کا لکڑی کا بت بناتے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصلی
دیوتا یہاں کا مقامی دیوتا تھا۔ جسے بعد میں شنو کے روپ میں
شناخت کیا جانے لگا۔

بارہویں صدی میں گنگا خاندان کے سب سے اہم حکمرانوں میں
سے ایک انت ورن نے پرشوتما جگن ناتھ کے لیے پوری میں ایک مندر
بنوانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد 1230 میں انگ بھیما (سوم) بادشاہ
نے اپنی بادشاہت کو دیوتا کے لیے وقف کر دیا اور خود دیوتا کا نائب
(ڈپٹی) بن گیا۔

جیسے جیسے مندر تیرتھ یا ترا کے مرکز کے روپ میں اہم ہوتا گیا ویسے ویسے اس کا اختیار سماجی اور سیاسی معاملات میں بھی بڑھتا گیا۔ جن جن طاقتوں نے اڑیسہ کو فتح کیا، جیسے مغل، مراٹھا، اور برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی، انھوں نے مندر پر بھی گرفت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اس سے ان کی حکمرانی عام لوگوں میں قابل قبول ہو جائے گی۔

راجپوت اور سورمائی روایات

انیسویں صدی میں وہ خطہ جس کا بڑا حصہ اب راجستھان کہلاتا ہے انگریز اسے 'راجپوتانہ' کہا کرتے تھے۔ گوکہ اس نام سے ایسا اظہار ہوتا ہے جیسے اس علاقے میں صرف یا خاص طور پر، راجپوت رہتے ہوں گے، مگر یہ بات صرف کسی حد تک صحیح ہے۔ شمالی اور وسطی ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں ایسے بہت سے گروہ تھے (اور ہیں) جو اپنی شناخت راجپوت سے ہی کرتے ہیں اور ایسے ہی بہت سے لوگ جو راجپوت نہیں ہیں وہ راجستھان میں رہتے ہیں۔ بہر حال راجستھان کے علاحدہ یا ممتاز کلچر کو زیادہ تر راجپوتوں کی ہی دین مانا جاتا ہے۔



یہ تہذیبی روایات وہاں کے حکمرانوں کے عزم و ارادوں سے بہت گہرا تعلق رکھتی تھیں۔ لگ بھگ آٹھویں صدی میں آج کے راجستھان کے زیادہ تر حصوں پر بہت سے راجپوت خاندانوں کی حکومت تھی۔ پرتھوی راج (باب 2) ایسا ہی ایک حکمران تھا۔ یہ حکمران ایسے سورماؤں کے نمونے یا کردار دل میں بسائے رہتے تھے جو دلیری سے لڑنے اور اکثر ہار کا منہ دیکھنے کے مقابلے میں میدان جنگ میں موت کو چن لیا کرتے تھے۔ ان راجپوت



شکل-3
جگن ناتھ مندر، پوری

دکھایا جاتا تھا۔ 'ستی' کی روایت کی کہانیاں بھی ہیں جن میں بیوہ اپنے مردہ شوہر کی چتا پر خود کو جلا لیتی تھی۔ اس طرح وہ عورتیں جو بہادروں کے مقصد کی پیروی کرتی تھیں انھیں اکثر اس کی قیمت اپنی جان سے چکانی پڑتی تھی۔

علاقائی سرحدوں سے پرے: کتھک کی کہانی

اگر مختلف خطوں میں مختلف سوامی روایتیں الگ الگ طریقوں میں ملتی ہیں تو یہی صورت رقص کی ہے۔ آئیے ذرا رقص کے ایک طریقے کتھک کی مثال دیکھیں، جو شمالی ہندوستان کے مختلف خطوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ 'کتھک' کی اصطلاح 'کتھا' لفظ سے بنائی گئی ہے جو سنسکرت اور دوسری زبانوں میں کہانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کاتھک بنیادی طور پر کہانی سنانے والوں کی ایک ذات ہوتی تھی جو شمالی ہندوستان کے مندروں میں اپنی کہانیوں کو جسمانی جذبات کے اظہار اور گیتوں کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ کتھک نے اپنی ایک علاحدہ پہچان کے ساتھ بطور رقص پندرھویں سولھویں صدی میں بھکتی تحریک کے ساتھ ترقی شروع کی۔ رادھا کرشن کے بارے میں روایتوں اور کہانیوں کو لوک نائکوں میں راس 'لیلا' کے نام سے اداکاری کے ساتھ بیان کیا جاتا تھا۔ اس میں لوک ناچ اور کاتھکوں کی بنیادی حرکات و سکنات ملی جلی ہوتی تھیں۔

مغل بادشاہوں اور ان کے امرا کے درباروں میں کتھک پیش کا جاتا تھا۔ یہیں سے اس نے اپنی موجودہ خصوصیات حاصل کیں اور اسے ممتاز رقص کی حیثیت سے فروغ ملا۔ اس کے بعد اس کی دوروایتیں یا گھرانے ابھرے ایک راجستھان کے دربار (جے پور) اور دوسرا لکھنؤ میں۔ اودھ کے آخری نواب واجد علی شاہ کی سرپرستی میں یہ فن کے ایک بہت اہم انداز کے روپ میں ابھرا۔ انیسویں صدی کی تین چوتھائی تک صرف انھیں دو خطوں میں نہیں بلکہ آس پاس کے موجودہ علاقوں پنجاب، ہریانہ، جموں و کشمیر، بہار اور مدھیہ پردیش میں رقص کے ایک انداز کے طور پر مضبوطی سے قدم جما چکا تھا۔ اس میں سب سے زیادہ توجہ پیروں کی پیچیدہ اور تیز حرکت، خوبصورت لباس اور ساتھ ہی کہانی کے اظہار پر دی جاتی تھی۔



معلومات حاصل کیجیے کیا آپ کے شہر یا گاؤں میں کسی ہیرویا ہیروئن کی روایت پائی جاتی ہے ان کے ساتھ کیا خصوصیات منسوب کی جاتی ہیں؟ یہ راجپوت سوامیوں کی مثالوں سے کیا یکسانیت یا فرق رکھتے ہیں؟

شکل-5
رقص سکھانے کی کلاسیں لکھنؤ مندر، کھجورابو۔

دوسری اور بہت سی تہذیبی روایتوں کی طرح کتھک کو بھی انیسویں اور بیسویں صدی میں برطانوی انتظامیہ کا طبقہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ بہر حال اسے درباری فن ہونے کی وجہ سے متواتر زندہ رکھا اور آزادی کے بعد کے چھ کلاسیکی رقصوں میں سے ایک قسم کے طور پر اسے تسلیم کیا گیا۔

کلاسیکی رقص



فن کے کسی انداز (آرٹ فارم) کو ”کلاسیکی“ فن کے طور پر بیان کرنے کا کام کبھی کبھی کافی پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ کیا ہم کسی ایسی چیز کو کلاسیکی کہہ سکتے ہیں جس کا موضوع مذہبی ہو؟ یا ہم کسی چیز کو کلاسیکی اس لیے مان لیتے ہیں کہ اس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے برسوں محنت کرنی پڑتی ہے؟ یا یہ اس لیے کلاسیکی ہوتی ہے کہ اسے بندھے نکلے قاعدوں اور ضابطوں کے ساتھ پیش کرنا ہوتا ہے اور اس میں تبدیلی کو ناپسند کیا جاتا ہے؟ یہ وہ سوال ہیں جن کے بارے میں ہمیں سوچنا چاہیے یہ بات بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ رقص کے بہت سے طریقے جنہیں لوک ناچوں کے خانے میں رکھا جاتا ہے ان میں بہت سی خصوصیات شامل ہیں جنہیں خاص کلاسیکی طریقوں کا حصہ مانا جاسکتا ہے۔ اس طرح کلاسیکی اصطلاح کے استعمال سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اعلا درجے کا طریقہ ہے مگر ضروری نہیں ہے کہ ہر حال میں حقیقت ہو۔ آج کل رقص کے جن دیگر طریقوں کو کلاسیکی مانا جاتا ہے وہ ہیں:

بھارت ناٹیم (تامل ناڈو)

کتھاکلی (کیرالہ)

اوڈیسی (اوڈیشہ)

کوچی پوڈی (آندھرا پردیش)

منی پوری (منی پور)

ان کلاسیکی رقص کے طریقوں میں سے کسی ایک کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔

۴

شکل-6
کتھک رقصائیں ایک درباری مصوری۔

سرپرستوں کے لیے قلمی تصویر بنانا: چھوٹی تصویریں بنانے کی روایت

ایک اور روایت جس نے مختلف شکلوں میں ترقی کی وہ چھوٹی تصویریں (Miniature Painting) بنانے کی تھی۔ چھوٹی تصویر جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے، چھوٹے سائز کی تصویریں ہوتی ہیں جنہیں عام طور پر واٹر کلر سے کپڑے یا کاغذ پر بنایا جاتا ہے۔ سب سے پرانی چھوٹی تصویریں تاڑ کے پتوں اور لکڑی پر تھیں۔ ان میں سب سے خوبصورت تصویریں، مغربی ہندوستان میں جینی متوں کو مزین کرنے میں استعمال ہوتی تھیں۔ مغل شہنشاہ اکبر، جہاں گیر اور شاہ جہاں نے اعلا درجے کے تربیت یافتہ مصوروں کی سرپرستی کی جنہوں نے بنیادی طور پر تاریخی کتابوں اور شاعری کی کتابوں کی مصوری کی۔ یہ عام طور پر بہت روشن رنگوں میں بنائی جاتی تھیں اور ان میں عام طور پر دربار کے منظر، میدان جنگ یا شکار کے منظر اور سماجی زندگی کے دوسرے رخنوں کو ظاہر کیا جاتا تھا۔ عموماً یہ تحفے کے طور پر آپس میں لی دی جاتی تھیں۔ اس لیے ان کے دیکھنے والے گئے چنے کچھ لوگ ہوتے تھے جو شہنشاہ یا اس کے بہت قریبی ساتھی ہوتے تھے۔

مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ بہت سے مصور آس پاس ابھرتی ہوئی ریاستوں میں چلے گئے (باب 10 بھی ملاحظہ کیجیے)۔ اس کے نتیجے میں مغل مصوری کی لطافتیں دکن اور راجستھان کے علاقائی درباروں پر اثر انداز ہوئیں ساتھ ہی ساتھ انھوں نے اپنی ممتاز اور علاحدہ خصوصیات کو بھی برقرار رکھا۔ مغل انداز کو اپناتے ہوئے حکمرانوں کی تصویریں (Portrait) اور دربار کے منظر اتارے گئے۔ اس کے علاوہ میواڑ، جودھپور، بوندی، کوٹا اور کشن گڑھ میں دیومالائی داستانوں اور شاعری کی مصوری بھی کی گئی۔

ایک اور خطہ جس نے چھوٹی مصوری میں کشش محسوس کی وہ ہمالیائی دامن کا علاقہ تھا جو آج ہماچل پردیش اور اس کے

شکل 7

شکار کے دوران اکبر کو آرام کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مغل چھوٹی تصویر



شکل 8

مہارانا رام سنگھ دوم ہولی کھیلنے ہوئے۔
راجپوت چھوٹی تصویر، کوٹا۔



گردونواح کا علاقہ ہے۔ سترھویں صدی کے آخری حصے تک اس خطے نے ایک بہت واضح اور تفصیلات سے پُر چھوٹی مصوری کا اپنا ایک ممتاز انداز جسے 'بسوبلی' کہتے ہیں، بنالیا تھا۔ یہاں جن مشہور ترین منتوں کی مصوری کی گئی وہ بھانودتا کی 'رسمجری' کا متن تھا۔ نادر شاہ کے دہلی پر حملے اور 1739 میں دہلی کی فتح کے نتیجے میں مغل مصور میدانِ علاقے کی غیر یقینی کیفیات سے گھبرا کر پہاڑوں کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہاں انھیں خوش آمدید کہنے والے مربی اور سرپرست آسانی سے

شکل 9

کرشن، رادھا اور اس کی سہیلیاں۔
پہاڑی چھوٹی تصویر، کانگڑا۔



مل گئے جس نے کانگرہ طرز مصوری کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔ اٹھارھویں صدی کے درمیانی حصے تک کانگرہ مصوروں نے مصوری کا ایک انداز اپنایا جس نے چھوٹی مصوری میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اس کی تحریک ویشنوی روایات سے ملی۔ نرم رنگ جس میں سکون بخش نیلے اور ہرے رنگ شامل تھے اور موضوعات کو شاعرانہ انداز میں پیش کیا جانا اس کانگرہ مصوری کی اہم ترین خصوصیات تھیں۔

یاد رکھیے کہ عام مرد اور عورتیں بھی برتنوں، دیواروں، فرشوں اور کپڑوں پر مصوری کرتے تھے۔ یہ بھی ایسے مصوری کے نمونے ہیں جو بعض اوقات بچے رہے، ظاہر ہے یہ مصوری کے چھوٹے نمونے تو نہیں تھے جو صدیوں تک مختلف محلوں میں احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھے رہتے۔

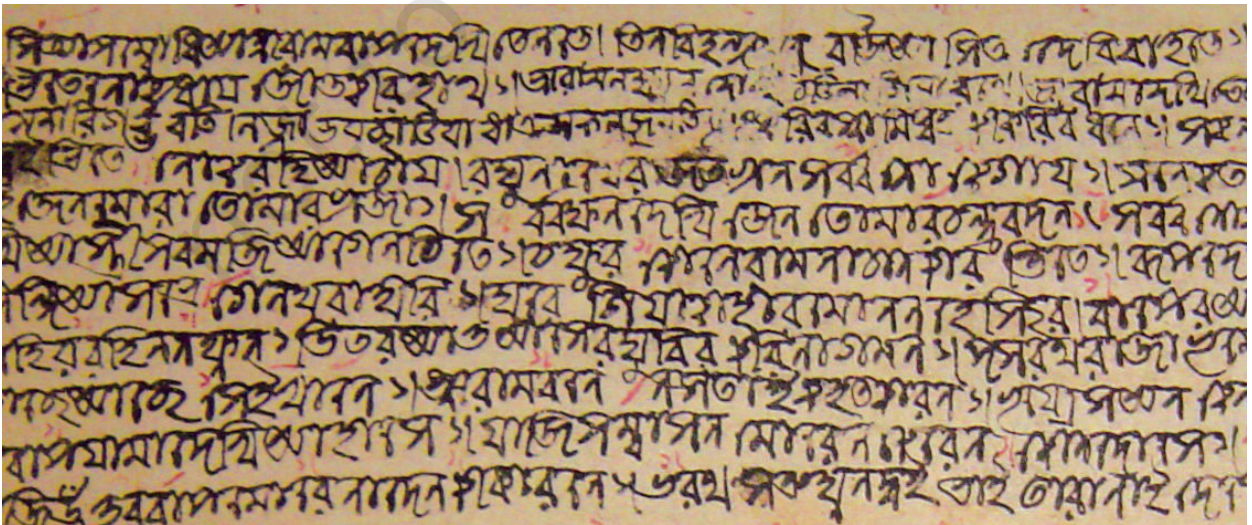
بنگال پر ایک عمیق نظر

علاقائی زبان کی ترقی

جیسا ہم نے شروع میں دیکھا تھا کہ لوگ کسی علاقے کو اس کی زبان سے پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ بنگال کے لوگ ہمیشہ بنگالی بولتے ہیں۔ بہر حال اس سلسلے میں جو بات دلچسپ ہے وہ یہ ہے کہ اب یوں تو بنگالی کو سنسکرت سے ہی نکلی ایک زبان مانا جاتا ہے لیکن شروع کے سنسکرت متون یا تحریروں (پہلے قبل مسیحی دور کے ہزارے کا پہلا حصہ) سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنگال کے لوگ سنسکرت نہیں بولتے تھے۔ پھر آخری زبان کس طرح وجود میں آئی ہے۔

شکل 10

تاڑ کے پتے پر ایک مخطوطے کا ایک صفحہ جو بنگالی رامائن کے سب سے پہلے روپ کا حصہ ہے۔



چوتھی۔ تیسری صدی قبل مسیحی دور سے بنگال اور مگدھ (جنوبی بہار) کے درمیان تجارتی رشتے بڑھنے شروع ہوئے جنہوں نے سنسکرت کے اثرات کو پھیلانے اور مضبوط کرنے میں مدد کی ہوگی۔ چوتھی صدی میں گپتا حکمرانوں نے شمالی بنگال پر سیاسی تسلط قائم کر لیا اور اس علاقے میں برہمنوں کو آباد کرنا شروع کیا۔ اس طرح گنگا وادی کے وسطی حصے کا لسانی اور تہذیبی اثر مضبوط ہونا شروع ہوا۔ ساتویں صدی میں چینی سیاح ہوین سانگ (Xuan Zang) نے لکھا ہے کہ سنسکرت سے رشتہ رکھنے والی زبانیں پورے بنگال میں استعمال ہو رہی تھیں۔

آٹھویں صدی سے بنگال پالاس حکمرانوں کی علاقائی حکومت کا مرکز بن گیا (باب 2)۔ چودھویں اور سولہویں صدیوں کے درمیان بنگال میں ایسے سلطانوں کی حکمرانی رہی جو دہلی کے سلطانوں سے آزاد تھے (باب 3)۔ 1586 میں اکبر نے جب بنگال کو فتح کیا تو یہ بنگال کے پورے صوبے کی سیاسی زندگی کا مرکز بن گیا۔ جب کہ انتظامیہ کی زبان فارسی ہی رہی، بنگالی نے علاقائی زبان کی حیثیت سے ترقی کی۔

حقیقت میں پندرہویں صدی تک مختلف بنگالی بولیوں کے گروپ کو ایک عمومی ادبی زبان (بنگالی)، جو اس خطے کے اس مغربی حصے میں بولی جاتی تھی، جسے اب مغربی بنگال کہا جاتا ہے، نے آپس میں متحد کر کے ایک ادبی زبان کا روپ دے دیا۔ اس طرح اگرچہ بنگالی سنسکرت کی ہی ایک شاخ ہے لیکن وہ ترقی کے کئی مرحلوں سے گزری ہے۔ پھر اس میں بہت سے غیر سنسکرت الفاظ ہیں جو متعدد ذرائع سے لیے گئے ہیں جن میں قبائلی زبانیں، فارسی اور یورپی زبانیں شامل ہیں، یہ سب جدید بنگالی کا حصہ بن گئے۔

شروع کا بنگالی ادب دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ ایک جو سنسکرت کا مرہون منت ہے، اور دوسرا جو اس سے آزاد ہے۔ پہلے میں سنسکرت رزمیہ کے ترجمے، 'منگل کاویہ' (لفظی طور پر مقامی دیوی دیوتاؤں کی عقیدت میں لکھی گئی نظمیں) اور بھکتی ادب شامل ہے جیسے چیتنہ دیوا کی سوانح عمریاں جو ویشنو بھکتی تحریک کے قائد تھے (باب 8)۔

دوسرے حصے میں ناتھ ادب آتا ہے جیسے مینامتی اور گوپی چندر کے گیت، دھرم ٹھاکر کی پوجا سے متعلق کہانیاں اور پریوں کی کہانیاں، لوک کہانیاں اور عام اساطیری گیت شامل ہیں۔

مینامتی، گوپنی چندرا اور دھرم ٹھا کر

ناتھ، تارک الدنیا درویش تھے اور مختلف قسم کی یوگ کی ریاضتوں میں مصروف رہتے تھے۔ اس خاص گیت میں جسے کئی بار ڈرامائی روپ میں بھی پیش کیا جاتا تھا، بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک رانی مینامتی نے اپنے بیٹے گوپنی چندر کو حوصلہ دیا کہ وہ ہر طرح کی رکاوٹوں کے باوجود ترک دنیا اور فقیری کا راستہ چن لے۔

دھرم ٹھا کر ایک مقبول علاقائی دیوتا ہے جسے عام طور پر ایک پتھر کے ٹکڑے یا لکڑی کے روپ میں پوجا جاتا ہے۔

۴

آپ کے خیال میں دوسرے حصے کا متن کیوں نہیں تحریر کیا گیا تھا؟

پہلے حصے سے متعلق متنوں یا تحریروں کی تاریخ یعنی زمانہ معین کرنا نسبتاً آسان ہے، کیونکہ بہت سے مسودوں پر اظہار کر دیا گیا ہے کہ یہ پندرہویں صدی کے آخری اور اٹھارہویں صدی کے درمیانی حصے میں تالیف کیے گئے تھے۔ دوسرے حصے میں آنے والے ادب چونکہ زبانی گشت کرتے تھے اس لیے ان کی تاریخ متعین کرنا مشکل ہے۔ یہ عام طور پر مشرقی بنگال میں مقبول تھے، جہاں برہمنوں کے اثرات نسبتاً کم تھے۔

پیر اور مندر

سولہویں صدی سے لوگ کم زرخیز مغربی بنگال کے علاقوں سے جنوب مشرقی جنگل والے اور دلدل والے علاقوں کی طرف بڑی تعداد میں منتقل ہونا شروع ہوئے۔ جیسے جیسے یہ مشرق کی طرف بڑھے انھوں نے زمینیں صاف کیں اور چاول کی کھیتی کرنی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ وہاں کے چھپوروں کے مقامی گروپ اور منتقل ہونے والے زراعت پیشہ لوگ جو زیادہ تر قبائلی تھے، کسانوں کے نئے طبقوں میں مل گئے۔

یہ اس وقت ہوا جب بنگال پر مغلوں کا تسلط قائم ہوا، جس کا دار الحکومت ڈھاکہ، مشرقی ڈیلٹا کے عین مرکز میں تھا۔ افسروں اور کارکنوں کو زمینیں عطا ہوئیں اور انھوں نے مسجدیں قائم کیں جنھوں نے کبھی کبھی مذہبی تبدیلی کے مرکزوں کے طور پر بھی کام کیا۔

شروع شروع میں آباد ہونے والوں کو ان نئی بستیوں کی غیر مستحکم حالت میں کسی نظم و ضبط کی

پیر

ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی

ہیں روحانی رہنما

روح پرستی (Animism)
دنیا کی چیزوں میں روح کا تصور
پودوں میں زندہ روح کا تصور غیر
جاندار اور قدرتی اشیاء میں روح کا عقیدہ

۴

یہاں دکھائے گئے مندروں کا باب 2
کے مندروں سے موازنہ کیجیے۔

شکل 11

ایک دوہری چھت والی چھپر کی
جھونپڑی۔

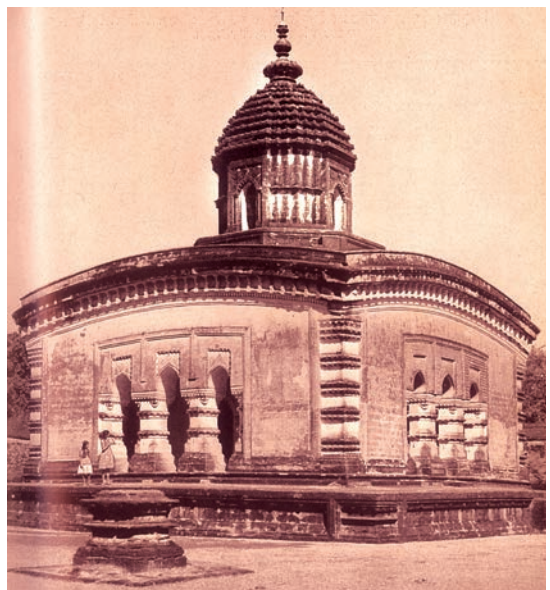
شکل 12

چار چھت اور مینار والا ایک مندر

ضرورت تھی۔ یہ نظم و ضبط فرقے کے رہنماؤں کی طرف سے حاصل ہوتا تھا جو بعض اوقات استاد اور فیصلہ کرنے والوں کا رول بھی ادا کرتے تھے اور انھیں کبھی کبھی مافوق الفطرت طاقتوں کا رکھنے والا بھی بتایا جاتا تھا۔ لوگ ان کے پاس محبت اور عقیدت سے جاتے تھے اور انھیں ایک 'پیر' کی طرح عزت و احترام دیتے تھے۔

اس اصطلاح میں سنت یا صوفی اور دوسرے مذہبی لوگ، باہمت نوآباد کار، سپاہیوں کو دیوی دیوتاؤں کی جگہ ماننے والے، بہت سے ہندو اور بودھ دیوتاؤں سے عقیدت رکھنے والے یہاں تک کہ دنیا کی چیزوں، پیڑ پودوں میں روح ماننے والے شامل تھے۔ پیروں کا یہ مسلک یا فرقہ بہت مقبول ہوا اور ان کی خانقاہیں اور مزار بنگال میں ہر طرف پھیلے پڑے ہیں۔

بنگال میں اسی زمانے میں مندر سازی کی ایک لہر سی نظر آتی ہے جو پندرہویں صدی کے آخری حصے سے انیسویں صدی میں پوری ہوئی۔ ہم نے دیکھا تھا کہ (باب 2 اور 5) مندر اور دوسری مذہبی عمارتیں عام طور پر وہ افراد یا گروہ بنوایا کرتے تھے جو طاقت ور ہو جاتے تھے۔ اپنی طاقت اور اپنی پاکبازی، دونوں کے مظاہرے کے لیے۔ معمولی اینٹوں یا مٹی کی کھیریلوں کے بہت سے مندر بنگال میں بہت سے 'نچلے' سماجی گروہوں کی مدد سے بنائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسے 'کولو' (تیل نکالنے والا کولھو) اور 'کنساری' (گھنٹی دھات کا کام کرنے والے)۔ یورپی تجارتی کمپنیوں کی آمد نے نئے معاشی مواقع پیدا کیے جنہیں ان سماجی گروپوں سے تعلق رکھنے والے بہت سے خاندانوں نے اپنایا۔ جب





شکل 13

کرشن گوپیوں کے ساتھ۔ پکائی
مٹی کی ایک لوح شیا مارا یا مندر،
وشنو پور سے

ان کی سماجی اور معاشی حالت میں بہتری آئی تو انھوں نے اپنی حیثیت کو مندر بنوا کر ظاہر کیا۔ جب مقامی دیوی دیوتا، جو گاؤں کی جھونپڑیوں اور چھپروں میں پوجے جاتے تھے، کو جب برہمنوں نے تسلیم کر لیا تو ان کے مجسموں کو مندروں میں رکھنا شروع کر دیا گیا۔ مندروں کی تعمیر میں دوہری چھت (دو چالا) اور چوہری چھت (چو چالا) کی جو چھپروں والی جھونپڑیوں میں ہوتی تھیں نقل کی جانے لگی۔ باب 5 (میں 'بگلا ڈوم' کو یاد کیجیے)۔ اس نے مندر کے طرز تعمیر میں مخصوص بنگالی طرز کے لیے راستے کھول دیئے۔

نسبتاً زیادہ پیچیدہ، چار چھت والی عمارت کے لیے چار تکنیکی چھتوں کو چار دیواروں سے اس طرح اٹھایا جاتا تھا جو ایک خمیدہ لائن یا نقطے تک پہنچتی تھیں۔ مندر عام طور پر کسی چوکور چبوترے پر بنائے جاتے تھے۔ اندر کا حصہ نسبتاً سادہ ہوتا تھا مگر بہت سے مندروں کی بیرونی دیواریں نقاشی یا مصوری، سجاوٹی ٹائلوں یا پکائی مٹی کی تختیوں سے بہت اچھی طرح سجائی جاتی تھیں۔ خصوصاً مغربی بنگال کے ضلع بنکورا میں وشنو پور کے مندروں میں اس قسم کی سجاوٹیں اپنی خوبصورتی اور کمال کے اعتبار سے بہت اعلیٰ درجے پر پہنچ گئیں۔

مچھلی، غذا کے طور پر



کسی جگہ کی مقامی غذائی عادتیں عام طور پر وہاں فراہم ہونے والی اشیاء پر مبنی ہوتی ہیں۔ بنگال دریائی ساحل کے میدان میں واقع ہے اور وہاں بڑی مقدار میں چاول اور مچھلی ملتی ہے۔ اسی لیے غریب سے غریب بنگالی کے کھانوں یا دسترخوان پر یہ دو چیزیں ضرور نظر آتی ہیں۔ مچھلی کا شکار بنگال میں ہمیشہ سے ایک اہم پیشہ رہا ہے اور بنگال کے ادب میں مچھلی سے متعلق متعدد حوالے ملتے ہیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر مندروں اور بودھ وہاروں (بدھ خانقاہوں) کی دیواروں پر لگی پکائی مٹی کی لوحوں پر مچھلی کو صاف کرتے اور ٹوکروں میں بازار لے جاتے دکھایا گیا ہے۔

برہمنوں کے لیے 'گوشت خوری' کی ممانعت تھی، لیکن مقامی غذا میں مچھلی کی اس قدر مقبولیت کے اثر نے برہمنوں کے صاحب اختیار زمرے کو

مجبور کیا کہ وہ بنگالی برہمنوں کے لیے اس ممانعت میں ڈھیل دیں۔ بنگال کے تیرھویں صدی کے ایک سنسکرت متن 'برہادھرما پوران' میں برہمنوں کو کچھ مخصوص مچھلی کی قسمیں کھانے کی اجازت دی گئی ہے۔

شکل 14

گھریلو استعمال کے لیے مچھلی صاف کرتے ہوئے۔ ویشا لکشی مندر، آرام باغ کی ایک پکائی مٹی کی لوح۔

یورپ میں قومی ریاستوں کا ظہور

اٹھارھویں صدی تک، یورپ میں لوگ کسی سلطنت کی رعایا کی حیثیت رکھتے تھے۔ جیسے 'آسٹریا ہنگری' سلطنت، یا کسی کلیسا کے ممبر ہوتے تھے جیسے یونانی قدیمی کلیسا (گریک اور تھوڈوکس چرچ)۔ لیکن اٹھارھویں صدی کے آخری حصے سے لوگوں نے اپنی شناخت کسی ایسے سماج سے بھی کرنی شروع کی جو ایک ہی زبان بولتا تھا، جیسے فرانسیسی یا جرمن زبان۔ انیسویں صدی کے ابتدائی حصے سے رومانیہ اسکول کے نصاب کی کتابیں یونانی کے بجائے رومانی زبان میں لکھی جانے لگیں۔ اسی طرح ہنگری میں لاطینی کے بجائے ہنگری زبان کو سرکاری زبان تسلیم کر لیا گیا۔ یہ اور ایسی ہی کچھ اور تبدیلیوں نے لوگوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ ہر زبان بولنے والا سماج ایک علاحدہ قوم ہے۔ اس احساس میں اطالوی جرمن اتحاد نے انیسویں صدی کے آخر میں اور تقویت بخشی۔

ذرا تصور کیجیے



آپ ایک راجپوت شہزادے ہیں۔ آپ اپنی کہانی کو کس طرح بیان کرنا چاہیں گے؟

ذرا یاد کریں

کلیدی الفاظ

کلاسیکی

چھوٹی تصویر

پیر

بولی

1۔ درج ذیل کو ملائیے

کیرالہ	انت ورن
بنگل	جگن ناتھ
اڑیسہ	ماہودیا پورم
کانگڑا	لیلا تلکم
پوری	منگل کاویہ
کیرالہ	چھوٹی تصویر

2۔ منی پراولم کیا ہے؟ اس زبان میں لکھی ہوئی کسی کتاب کا نام بنائیے۔

3۔ کتھک کے اصلی سرپرست کون تھے؟

4۔ بنگال کے مندروں کے طرز تعمیر کی اہم خصوصیات کیا ہیں؟

آئیے مباحثہ کریں

- 5- پھیری لگا کر گانے والے بہادروں کے کارنامے کیوں بیان کیا کرتے تھے؟
- 6- ہم عام لوگوں کے مقابلے میں بادشاہوں کے کلچرل کاموں کے بارے میں کیوں زیادہ معلومات رکھتے ہیں؟
- 7- فاتح حکمران پوری میں جگن ناتھ مندر پر کیوں گرفت رکھنے کی کوشش کرتے تھے؟
- 8- بنگال میں مندر کیوں بنوائے گئے؟

آئیے کچھ کریں

- 9- اپنے علاقے کی تہذیب کی سب سے اہم خصوصیات بیان کیجیے، جن میں عمارتوں، پیش کیے جانے والے فن اور مصوری پر خاص توجہ ہو۔
- 10- کیا آپ مختلف زبانیں استعمال کرتے ہیں: (الف) بولنے میں (ب) پڑھنے میں اور (ج) لکھنے میں؟ آپ جو زبان استعمال کرتے ہیں اس میں سے کسی ایک کی بناوٹ کے بارے میں معلوم کیجیے اور گفتگو کیجیے کہ آپ کو یہ کیوں دلچسپ لگی۔
- 11- شمال، مغرب، جنوب، مشرق اور وسطی ہندوستان میں سے ایک ایک ریاست چنیے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک فہرست بنائیے جس میں ان کھانوں کے نام ہوں جو وہاں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں اگر آپ کچھ یکسانیت یا فرق محسوس کریں تو انہیں واضح کیجیے۔
- 12- ان ہی خطوں سے پانچ دوسری ریاستوں کی فہرست بنائیے اور ان میں سے ہر ایک ریاست میں عام مرد اور عورتیں جو لباس پہنتے ہیں ان کی فہرست بنائیے۔ اپنی معلومات پر گفتگو کیجیے۔